(قسط ۲)

ڈاکٹر محمد حنیف - پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۰۸ھ بمطابق ۱۶۹۶ء

آپ مادرزاد[1] اویسی[2] ولی اللہ تھے مگر چونکہ راہ سلوک کی جادہ پیمائی میں کسی راہبر کامل کی ضرورت ہے اس

---

[1] مادرزاد ولی کا ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آتیناہ الحکم صبیا۔ یعنی ہم نے ان کو لڑکپن میں ان کو دین کی سمجھ عطا کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں اس قول کی اصل ہے جو اکثر لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ کہ فلاں شخص مادرزاد ولی ہے۔ (بیان القرآن سورہ مریم آیت ۱۲

[2] یہ طریقہ حضرت اویس کی جانب منسوب ہے اور جیسا کہ سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس طرح اویسی طریقہ والے بزرگان دین بھی بعض انبیاء کرام اور شیوخ طریقت کی روحانیت سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ (ہمعات از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ اشاعت اول ۱۸۶۴ء حیدرآباد صفحہ ۱۱۔ ص ۵۶-۶۴۔ المنہل الروی الرائق فی اسانید العلوم واصول الطرائق از محمد بن علی السنوسی ص ۵۴) طریقہ اویسیہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں کہ

"قومے از اولیاء اللہ باشند کہ ایشاں را مشائخ طریقت وکبرائے حقیقت اویسیان نامند و ایشاں را در ظاہر احتیاج بہ پیرے نہ بود زیرا کہ ایشاں را حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یا روح ولی از اولیاء حق در حجر عنایت خود پرورش می دہد بیواسطہ غیرے چنانکہ اویس قرنی را داد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ اولیاء اللہ میں سے ایک گروہ ہوتا ہے کہ مشائخ طریقت اور کبرائے حقیقت ان کو اویسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور ظاہر میں ان کو کسی پیر کی ضرورت نہیں ہوا کرتی اس لئے کہ ان کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیائے حق میں سے کسی ولی کی روح اپنے آغوش عنایت میں پرورش دیتی ہے بغیر کسی واسطہ کے جیسا کہ اویس قرنی کو رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے پرورش دی۔ الفتح العمیق از مولانا شیر محمد گگیانوی پشاوری (قلمی) ص ۴۶۹۔ نفحات الانس از مولانا عبدالرحمان جامیؒ

لئے آپ حضرت سید آدم بنوریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ خود فرمایا کرتے کہ

" فقیر ولی مادرزادم اما دریں راہ از پیر ناگزیر است۔ لہذا بدست پیر کامل بیعت کردم کہ جامع مقامات حضرت بزرگ خود است "

ترجمہ: فقیر مادر زاد ولی ہے۔ مگر اس راہ میں پیر کا ہونا ضروری ہے میں نے پیر کامل کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ پیر کامل حضرت بزرگ خود (سید آدم بنوری) ہیں۔

آپ کو سید آدم بنوری کے خلفا میں نہایت ارفع اور ممتاز مقام حاصل تھا | حضرت سعدی لاہوری کا شمار سید آدم بنوریؒ کے جلیل القدر خلفا میں ہوتا ہے۔ اور آپ کے مریدین میں ان کو نمایاں حیثیت حاصل تھی حضرت مولانا سید محمد قطب[1] فرماتے ہیں۔ کہ میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ حضرت سید آدم بنوریؒ کے خلفا و اصحاب کی نسبت[2] مجھ پر عیاں ہو جائے۔ لہذا اپنے پیر و مرشد حضرت سعدی کی خدمت میں درخواست کی اور خدا و رسولؐ کا واسطہ دے کر بے حد منت سماجت کی جس کے بعد آپ نے رضامندی کا اظہار کر کے وہ میری طرف متوجہ ہوئے حضرت میاں صاحب جیکی ان کی زبانی یہ واقع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

التفات خاطر شریف بہ من گماشتند و نسبت جمیع اصحاب و خلفا حضرت بزرگ خود بہ من نمودند۔ و ظاہر ساختند۔ نسبت حضرت ایشاں را مثل اصحاب و خلفا حضرت بزرگ خود در جنب نسبت آنحضرت چوں ستارہ گان من درخشندہ و من تابندہ[3]

ترجمہ (آپ) میری طرف متوجہ ہوئے اور حضرت خود (سید آدم بنوری) کے تمام اصحاب و خلفا کی نسبت مجھ پر ظاہر کردی میں نے دیکھا کہ حضرت الیشان (سعدیؒ) کی نسبت چودھویں چاند کے مانند روشن ہے اور سید آدم بنوریؒ

---

[1] حضرت مولانا سید محمد قطب۔ حضرت سید آدم بنوری کے بڑے صاحب زادے سید خواجہ محمد کے فرزند بہرہ مند اور حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کے منظور نظر مرید و رفیق تھے۔ ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں بنور کے مقام پر پیدا ہوئے ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء میں مغل خیل (ضلع پشاور) میں وفات پائی۔ اور بنور میں مدفون ہیں۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں ظواہر السرائر (لاہور) ۵۲۹۔۵۵۱

[2] اشتغال بالذکر سے قلب میں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مواظبت سے اس میں رسوخ پیدا ہو جاتا ہے۔ صوفیا کی اصطلاح میں اس کو نسبت (کیفیت باطنی) کہتے ہیں (التکشف عن مہمات التصوف از مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع لاہور ۱۹۶۰ء) ص ۷۹۱

[3] ظواہر السرائر (لاہور) ص ۵۳۹

کے دوسرے اصحاب کی نسبتیں آپ کے گرد ستاروں کی طرح روشن تھے اور چمکتے تھے۔

اوست خورشید عزت و خوبی برگزیدش خدا بہ محبوبی [۱]

حضرت سید آدم بنوری آپ کے ساتھ بہت پیار و محبت سے پیش آتے اور آپ کے ساتھ قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ اپنے اہل حرم کو بھی آپ سے پردہ نہ کرنے کی ہدایات کرتے اور فرماتے کہ

"سعدی فرزند معنوی من است چنانچہ از فرزندان صلبی من شمارا حجاب نیست ہم چنیں ازیں فرزند ہم نہ شاید"[۲]

ترجمہ ۔سعدی میرا فرزند معنوی ہے جیسا کہ تم کو میں صلبی بیٹوں سے پردہ نہیں ہے ۔اس طرح اس بیٹے سے بھی پردہ نہیں چاہئے ۔

سفر حجاز | آپ پہلی بار ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں اور دوسری بار ۱۰۷۶ھ مطابق ۱۶۶۵ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ ۱۰۵۲ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت سید آدم بنوری اپنے ہزاروں مریدین و متبعین کی معیت میں لاہور تشریف لائے ۔آپ کے معاندین نے بادشاہ وقت شاہ جہان کو خبر پہنچائی کہ سید آدم بنوری کے ہمراہ اتنے زیادہ لوگ ہیں کہ وہ کسی وقت بھی حکومت کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں ۔یہ سن کر بادشاہ نے اپنے وزیر سعد اللہ خان کو تحقیق حال کی خاطر ان کے پاس بھیجا۔

حضرت سید آدم بنوری اس کے ساتھ نہایت بے توجہی سے پیش آئے ۔کافی دیر تک تو ہم کلام نہ ہوئے اور جب کلام کیا تو وہ بھی حب دنیا کے ترک کرنے کی نصیحت فرمائی ۔ نواب سعد اللہ خان آپ کے اس طرز عمل سے رنجیدہ خاطر ہوئے لہذا بادشاہ کے پاس جا کر اس خبر کی تصدیق کر دی ۔اور مشورہ دیا کہ سید آدم بنوری کو کسی بہانے یہاں سے رخصت کیا جائے ۔چنانچہ شاہ جہان نے سرزمین ہند سے آپ کے اخراج کا حکم صادر کر دیا ۔

جب ولی عہد دارا شکوہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت خفا ہوا اور بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

"با چنیں بزرگان چناں سلوک بادشاہاں را نقصان کلی دارو سعادت ما و شما بود کہ در ملک ہند ہمچو نادر الوجود آمد و شما بہ گفتہ حاسدان ایشاں را از ملک خود اخراج فرمودید نمی دانید کہ علماء ظواہر ہمیشہ با بزرگان دین معاند و حاسد بودہ اند و حتی المقدور در آزار و تصدیع اہل اللہ کوشیدہ اند"[۳]

ترجمہ :۔ایسے بزرگوں کے ساتھ بادشاہوں کا اس قسم کا سلوک سراسر موجب نقصان ہے ۔میری اور تمہاری نیک بختی تھی کہ سرزمین ہند میں ایسی نادر الوجود ہستی آئی ہے اور آپ نے حاسدوں کے کہنے پر ان کو اپنے ملک سے نکال دیا ۔کیا تم نہیں جانتے کہ علماء سو ہمیشہ سے بزرگان دین کے مخالف اور حتی المقدور اہل اللہ کے در پئے آزار

---

[۱] حضرت میاں محمد عمر چمکنی کا ایک شعر حضرت سعدی کی شان میں [۲] ظواہر السرائر (لاہور) صہ ۲۴۱ [۳] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۱۹۶-۱۹۷

رہے ہیں۔

اپنے فرزند ارجمند کا بیان سن کر بادشاہ کا سر ندامت سے جھک گیا اور فوراً اپنے ایک امیر میر منصور بدخشی کو خلعت شاہانہ دے کر سید آدم بنوری کی خدمت میں بنور بھیجدیا۔ مگر اس کے پہنچنے سے پہلے آپ حج کی نیت سے وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ شیخ سعدی کو اس سفر میں حضرت آدم بنوری کی رفاقت نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس موقع پر آپ کے والد آپ کی ملاقات کے لئے لاہور آئے ہوئے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ سعدی بھی سید آدم بنوری کے ہمراہ سفر حج کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان سے چند دنوں کی اجازت چاہی تاکہ اس فرصت میں وہ اپنی والدہ کے ساتھ ملاقات کر سکے۔

۱۰۵۲ھ میں حضرت آدم بنوری نے آپ کو خلافت عطا فرمائی!

حضرت سید آدم بنوری نے یہ درخواست منظور کی اور سعدی کو رخصت ہونے سے پہلے مجاز و ماموں کر کے کلاہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت سعدی والدہ سے ملاقات کے بعد واپس لاہور آئے۔ تو معلوم ہوا کہ میر منصور بدخشی بادشاہ کے حکم سے بنور جا رہا ہے۔ آپ ان کے ہمراہ بنور روانہ ہوئے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے سید آدم بنوری وہاں سے حجاز کی جانب چل پڑے تھے۔ آپ میر منصور بدخشی اور چند دیگر رفقا کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ ہو کر مکہ پہنچ گئے چونکہ ایام حج گذر چکے تھے اس لئے اس سال حج کی سعادت نصیب نہ ہوئی۔

حضرت سید آدم بنوری نے حج کے بعد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ فرمایا۔ مگر شدت گرمی کی بنا پر خود کچھ وقت تک اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور حضرت سعدی کو اپنا نائب مقرر کر کے احباب و رفقاء کے ساتھ مدینہ منورہ رخصت فرمایا۔[1]

گرمی کا موسم ختم ہوا تو حضرت سید آدم بنوری مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ مگر وہاں بیمار پڑ گئے اور ۱۳ر شوال جمعہ کی صبح کو ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء میں مدینہ میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔[2]

حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ حضرت سید آدم بنوری کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔ اس وقت مجھے اپنے پاس بلایا اور تنہائی میں بے حد نوازشات کر کے اپنے سینہ بے کینہ کے کمالات لانہایات سے مشرف کیا۔ اور

---

[1] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صد ۲۰۲، ۲۰۳ [2] ظواہر السرائر (لاہور) صد ۱۷۹، ۱۸۰۔ جناب اعجاز الحق قدوسی نے اپنی کتاب "تذکرہ صوفیائے پنجاب" میں شیخ سعدی کے حالات کے ذیل میں سید آدم بنوری کی تاریخ وفات ۲۳ شوال کی جگہ ۲ر شوال لکھا ہے جس کی دوسرے ذریعہ سے تائید نہ ہو سکی۔ حضرت میاں صاحب چمکنی نے تاریخ وفات ۱۳ر شوال بتائی ہے۔ اس لئے ہم عصر واقعہ ہونے کے سبب حضرت میاں صاحب کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔

اسم اعظم عطا فرمایا۔[1]

مولانا یار محمد لاہوریؒ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح

سید آدم بنوری کی وفات کے بعد شیخ سعدی وطن کی جانب روانہ ہوئے راستے میں شمس الدین خان قصوری کے التماس پر قصور میں چند دن قیام فرمایا۔ قصور سے رخصت ہو کر لاہور آئے اور چند دنوں کے بعد شمس الدین خان قصوری، شیخ بایزید اور بعض دیگر مخلص رفقاء کی تحریک پر مولانا یار محمد لاہوری کی صاحب زادی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔[2]

لاہور میں پورے ۵۵ سال تک مخلوق خدا کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بے شمار طالبان حق آپ کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہوتے اور بالآخر ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء میں بدھ کے دن ۳ ربیع الثانی کو علوم دینی کا یہ آفتاب درخشندہ غروب ہو گیا۔[3]

---

[1] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۲۱۱، ۲۱۲ [2] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۲۱۲، ۲۱۳۔ مولوی نور احمد چشتی۔ شیخ سعدی کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جب سید آدم بنوری بیت اللہ شریف کے سفر پر روانہ ہوتے تو اس وقت شیخ سعدی کو خلق خدا کے ارشاد و ہدایت کی خاطر لاہور چھوڑ گئے تھے۔ محمد دین کلیم نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ (لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں از محمد دین کلیم ص ۱۳۲) مگر راقم الحروف کو اس کے ساتھ اتفاق نہیں ہے۔ در اصل بات یہ ہے کہ حضرت آدم بنوری نے اس موقعہ پر اگرچہ سعدی کو خلافت سے نوازا تھا اور شیخ سعدی کے والد کی درخواست پر والدہ سے ملاقات کے لئے چند دنوں کی اجازت دے دی تھی لیکن ملاقات کے فوراً بعد وہ سید آدم بنوری کی رفاقت اختیار کرنے کے لئے بعد میں مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ مکہ میں ان سے ملے۔ مدینہ منورہ کے سفر میں ان کی نیابت کا فریضہ انجام دیا۔ اور ان کی وفات تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ شیخ سعدی خود فرماتے ہیں کہ

در وقت احتضار حضرت بزرگ خود من حاضر بودم۔ در وقت انقطاع نفس مبارک اشک از دیدہ حق بین جاری بود و چوں نفس مبارک منقطع شد ہمچناں قطرات اشک از چشمان می رفت تا بوقتیکہ ایشاں را غسل دادند قطرات اشک منقطع شدند۔ ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۱۹۶، ۱۹۷۔

ترجمہ۔ میں حضرت بزرگ خود (سید آدم بنوری) کے نزع کے وقت حاضر تھا۔ انقطاع نفس کے وقت آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ روح منقطع ہو جانے کے بعد بھی آنسو کے قطرات جاری رہے تاوقتیکہ ان کو غسل دیا گیا اس کے بعد آنسو رک گئے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سید آدم بنوری کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے۔

[3] ظواہر السرائر (لاہور) صہ ۲۷۲

این باغ بے خزاں نہ بود رخت بست ور نہفت دیدی کہ طرہ در چمن خوشبیان شکست
از بسکہ بود منتظرش حق بمحض لطف او ہم زشوق پردہ صد از میاں شکست[1]

حضرت سعدی اور عشق رسول ﷺ | حضرت سعدیؒ سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور آپ کے دل میں ہر وقت روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں ایام زندگی گزارنے اور مقامات مقدسہ میں موت نصیب ہونے کی تمنا رہتی تھی جو بالآخر پوری ہوئی۔[2]

شاہ عشاق حضرت سعدی نام او عشق را بود افسر
چوں نویسند نامہ عشاق می نویسند نام او برسر[3]

فقر و تجرد کا حال | آپ ایک درویش منش بزرگ تھے۔ ابتدا سے حال کے زمانے میں تقریباً ۲۵ برس تک نہایت فقر و فاقہ کی زندگی گذاری۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات کھانے کے لئے کچھ میسر نہ آتا تھا۔ یہ حال بیان کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں کہ جب بھوک کا غلبہ ہو جاتا تو میں دریا کی جانب نکل جاتا اور ریت کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتا۔ جس سے بدن میں کچھ قوت پیدا ہو جاتی۔[4]

شادی | ۱۰۵۳ھ کے بعد بھی کچھ مدت تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ دس دس روز تک کھانے کے لئے کچھ نہ ملتا۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ شادی کے بعد میرے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ مگر گھر میں ایک پیسہ بھی نہ تھا جس سے بچی اور اس کی ماں کے لئے کھانے پینے یا دوا کا بندوبست ہو سکے۔ چنانچہ بھوک کی شدت کے باعث بچی کی ماں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو گیا۔ بچی اکثر روتی رہتی اور اس کا جسم نہایت کمزور ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کی جدہ ماجدہ کو اس پر رحم آیا۔ گود میں اٹھا کر میرے پاس لے آئیں اور مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ اس بچی پر رحم کرو۔ میں نے جواب میں کہا کہ حق تعالیٰ اس بچی پر ہم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

خدا کا احسان تھا کہ رفیقۂ حیات بھی موافق حال ملی تھی۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے بیوی سے کہا کہ اپنے والدین کے ہاں چلی جاؤ۔ وہاں سامان زندگی موجود ہے چند دن آرام ملے گا۔ بیوی نے جواب میں کہا۔

"مردن و زیستن بہ اختیار حضرت حی لایموت است جل شانہ"

اس کے چند یوم بعد وہ بچی خدا کو پیاری ہو گئی۔[5]

---

[1] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۲۲۸ سعدی لاہوری کی شان میں میاں صاحب چمکنی کے اشعار [2] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۲۶۱ [3] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۲۲۹ [4] ایضاً صہ ۲۲۶ تا ۲۲۳

بعد میں اگرچہ آپ کو ہر قسم کا سامان عیش حاصل رہا۔ مگر آپ ہمیشہ عیش و عشرت کی زندگی سے گریزاں رہے یہاں تک کہ سفر و حضر دونوں میں نرم بستر کے استعمال کرنے سے اجتناب کرتے رہے۔

حضرت میاں صاحب چمکنی فرماتے ہیں کہ ۱۱۰۶ھ مطابق ۱۶۹۴ء میں جب حضرت سعدی دوبارہ پشاور تشریف لاتے تو اس وقت بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہایت ضعیف و نحیف ہو چکے تھے۔ مگر اس حالت میں بھی صرف ایک کھردری اور موٹی اونی قبا رات کے وقت بطور بچھونا استعمال کرتے[1]

آپ فخر و مباہات اور نام و نمود کو حقارت کی نظر سے دیکھتے۔ لہٰذا اپنے احباب و اصحاب کو نصیحت کرتے ہوئے یہ تاکید فرمایا کرتے تھے۔

"اگر مارا بعد از ما یاد کنید نہ گوئید کہ قطب بود یا غوث بود یا امام و خلیفہ بود۔ گوئید فقیر بودہ و بندہ بودہ از بندگان خدا تعالیٰ کہ خدا را یاد می کرد۔ و اگر چیزی بریں زیادہ کنید گوئید کہ بندہ بود از بندگان خدا تعالیٰ کہ خدا را یاد می کرد و ہر کہ برائے طلب حق پیش وی آمد او را بہ خدائے تعالیٰ آشنا می کرد۔[2]

ترجمہ۔ اگر مجھ کو میرے مرنے کے بعد تم یاد کرو نہ کہا کرو کہ قطب تھا یا غوث تھا یا امام و خلیفہ تھا۔ کہنا کہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جو خدا کو یاد کیا کرتا تھا۔ اور اگر تم اس پر کوئی اضافہ کرو تو کہنا کہ ایک بندہ تھا خدا کے بندوں میں جو خدا کو یاد کیا کرتا تھا۔ اور جو کوئی طلب حق کی خاطر اس کے پاس آتا اسے خدا سے آشنا کرتا تھا۔

اس شان فقیری کے باوجود نہایت بارعب اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی مجالس ارشاد میں ہر وقت سنجیدگی اور وقار کا سماں رہتا۔ اور آپ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوتی۔

حضرت میاں صاحب چمکنی ان کی ایک مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

در صحبت با بہجت آں حضرت جمیع اکابر علماء و مشائخ و اعالی و ادانی شہر پشاور و سوادان حاضر بودند و خیلے صحبت گرم بود و با ہیبت و ارادت و بہ تمکین و وقار براستہ و کسے را دران محل مجال دم زدن و سخن گفتن نہ بود من نیز بہ ہماں شیفتگی در مجلس شریف حاضر شدم دیدم کہ آں حضرت درمیان حقائق و معارف چوں ابر گرانی یہ مبسانی می جوشند و نکات عجیبہ و لالی رموزات غریبہ در صدف گوش مستمعان می رسند[3]

ترجمہ۔ آپ کی مسرت بخش صحبت میں شہر پشاور کے تمام اکابر علماء و مشائخ اور اعلیٰ و ادنیٰ سب موجود تھے اور مجلس خوب گرم تھی۔ آپ ہیبت و ارادت اور وقار و تمکنت سے آراستہ تھے اور کسی میں دم مارنے یا کلام کرنے کی جرأت نہ تھی۔ میں بھی اس شیفتگی کے ساتھ مجلس میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا گراں مایہ ابر بہاری

---

[1] ظواہر السرائر دکوہاٹ ص ۲۲۰ [2] ایضاً ص ۲۶۲ [3] ایضاً ص ۶۰۶-۶۰۷

جوش مار رہا ہے اور عجیب وغریب نکات اور اسرار و رموز کے موتی سامعین کے کانوں کے صدف تک پہنچا رہے ہیں

خودداری اور شانِ استغنا آپ بے انتہا مستغنی المزاج اور خوددار شخصیت کے مالک تھے اور دنیا دار قسم کے سلاطین و حکام کے میل جول اور اختلاط سے حتی الوسع احتراز فرماتے۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمد معظم جب اپنے باپ اورنگ زیب عالمگیر کی قید سے رہا ہوا تو دکن سے لاہور آیا۔ اور حضرت سعدی کی خدمت میں اپنا آدمی بھیجکر ملاقات کی درخواست کی۔ آپ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ

"دیدن فقرا محض برائے خدمت متضمن منافع دینی و دنیوی است۔ اگر چنیں بہ خاطر است باک نہ دارد و اگر غرض آلودہ باشد واستدعا سلطنت و دیگر مطالب دنیوی در میان آرد آمدن و دیدن نمی خواہیم"[1]

ترجمہ: فقرا کے ساتھ ملاقات صرف خدمت و عقیدت کے خیال سے بہت سے دین اور دنیاوی منافع پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر یہی خیال ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر خود غرضی پر مبنی ہو اور سلطنت کی استدعا یا دوسرے دنیاوی مقاصد کی خواہش ہے تو اس کی یہاں آمد نہیں چاہتا۔

اس طرح ایک بار سلطان محمد اورنگ زیب فتنۂ خیبر سے فارغ ہو کر لاہور واپس آئے تو ایک قاصد حضرت سعدی کے پاس بھیجدیا اور ملاقات کی التماس کی مگر ادھر سے حسب معمول بے نیازی اور استغنا کا مظاہرہ ہوا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ

"باعث دیدن یک دیگر خالی از وجوہ نیست غرض استدعا ہست پس ما بہ ایں امر کہ پیوستہ شمارا دعا میکنیم احتیاج آمدن و دیدن و گفتن نیست"[2]

ترجمہ۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات چند وجوہ سے خالی نہیں ہوتی۔ یا تو مقصود استدعا ہوتی ہے یا استفادہ اور یا افادہ۔ اگر تمہارا مطلب استدعا ہے تو ہم اس پر قادر ہیں۔ کہ ہمیشہ تمہیں دعا دیتے رہتے ہے۔ لہذا یہاں آنے۔ ملاقات کرنے اور بات کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

فیوضات و برکات آپ اپنے دور کے ایک کامل مکمل اور نافع الخلق روحانی پیشوا گذرے ہیں[3]۔ آپ کی فیوضات و برکات کا دائرہ بہت وسیع تھا اور آپ کے خلفا و مریدین کی تعداد بے شمار تھی۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ

"مریدان ما مانند ستارہ ہائے آسمان از حیطۂ شمار خارج اند و منجملہ آنہا بہ تکمیل کمال بہ رتبۂ اجازت و ارشاد رسیدند"[4]

---

[1] ظواہر السرائر (کوہات) ص ۲۶۹ [2] ایضاً [3] نتائج الحرمین ص ۲۲۰ [4] خزینۃ الاصفیا ج ا ص ۶۵۲

ترجمہ۔ ہمارے مرید آسمان کے ستاروں کے مانند بے شمار ہیں۔ اوران میں سے ایسے بھی (بہت سے مرید) ہیں جو مرتبہ کمال پہ پہنچ کر اجازت وارشاد کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔[1]

حضرت سعدیؒ کی دینی خدمات کا نمایاں پہلو یہ ہے۔ کہ آپ نے اپنے انوار سے نہ صرف سرزمین پنجاب کو منور کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ شمال مغربی سرحدی صوبہ اس کے ملحقہ قبائلی علاقہ جات میں بھی لوگوں کی اصلاح کے لئے زبردست مہم چلائی جس کے نتیجے میں حضرت سراعظم شیخ محمد یحیٰی (حضرت جی اٹک) اور حضرت میاں محمد عمر چمکنی جیسے نامور اور جلیل القدر مرید پیدا ہوئے جنہوں نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی احیاء واشاعت کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان حضرت کی مخلصانہ تگ ودو کے نتیجے میں اہلسنت والجماعت کے مسلک کو بے حد تقویت ملی اور طریقۂ نقشبندیہ کو اس علاقے میں زبردست فروغ حاصل ہوا۔

کشوف وکرامات | اولیاء اللہ اصل کمال کرامت معنوی۔ کتاب وسنت کا اتباع اور خلاف اولیٰ امور سے اجتناب ہوتا ہے: تاہم خداوند تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے بعض اوقات ان کو کرامت حسی بھی عطا فرماتا ہے۔

حضرت سعدی ایک صاحب کشف وکرامت۔ صاحب تصرف ومستجاب الدعوات ولی تھے اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو کرامت کے نہایت اعلیٰ مراتب پر سرفراز فرمایا تھا۔ مولانا محمد امین بدخشی اور میاں صاحب چمکنی نے آپ کی کرامات کے بے شمار واقعات قلم بند کئے ہیں جن کی تفصیل میں جانا باعث طوالت ہو گا۔ البتہ مشتے نمونہ خروارے کے مصداق ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

کہتے ہیں کہ جب شاہجہان نے ہندوستان سے سید آدم بنوری کے اخراج کا حکم صادر کیا تو یہ سن کر حضرت سعدی بہت غضب ناک ہوئے۔ یہاں تک کہ ہاتھ میں غیبی تلوار لے کر شاہ کا سر قلم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دریں اثنا حضرت سید آدم بنوری ظاہر ہوئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

" از بادشاہ اسلام تحمل لازم است ونیک خواہی او رواجب زنہار بدی او نہ خواہی کہ وجودش سبب امن وامان است بدی او بدی بہ تمام عالم است۔[2]

ترجمہ۔ بادشاہ اسلام کے بارے میں تحمل لازم ہے اور اس کی خیر خواہی واجب۔ خبردار اس کی برائی مت چاہو۔ کیونکہ بادشاہ کا وجود امن وامان کا موجب ہے اور اس سے برائی کرنا تمام نوع انسانی سے برائی کرنے کے مترادف ہے۔

---

[1] نتائج الحرمین ص ۲۲۰ [2] خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۵۲ [3] نتائج الحرمین ورق ۲۲۔ فلواہر السرائر ص ۸۵، ۸۶

مزارِ پُرانوار | آپ کا مزار شہر لاہور کے جس حصہ میں واقع ہے۔ ابتدا میں یہ مقام محلہ پیر مزنگ کے نام سے موسوم تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا نام موضع مزنگ مشہور ہوا۔ جس حاطہ میں آپ آرام فرما ہیں وہ آپ کے نام کی مناسبت سے سعدی پارک کہلاتا ہے۔ یہاں تقریباً دس فٹ اونچی چاردیواری کے اندر ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مزار ہے جس پر آپ کی وصیت کے مطابق گنبد تعمیر نہیں کیا گیا۔ چاردیواری کے مشرقی کونے میں ایک اور قبر بھی ہے مگر صاحب قبر کے بارے میں تاحال معلومات دستیاب ہیں۔ شمالی دیوار میں چراغ روشن کرنے کے لئے بے شمار سوراخ بنائے گئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں حضرت سعدی کا احاطہ قبر ایک وسیع باغ سے گھرا ہوا تھا۔ اور اس باغ کی آبیاری کے لئے دو کنوئیں تعمیر کئے گئے تھے۔ سکھوں کے دور میں وہ باغ اور کنواں سکھ گردی کی نذر ہو کر اجڑ گیا۔ بعد کے زمانے میں ہدایت خان بلوچ ساکن مزنگ باغ کے قطعہ زمین پر قابض ہوا اور اب تک یہ زمین ان کی اولاد کے قبضہ میں ہے[1]

اولاد | حضرت سعدیؒ کے چار صاحب زادے تھے اور ہر ایک زہد و تقویٰ اور علم و عمل میں اپنے والد بزرگوار کا سچا جانشین رہا ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"ہر چہار ستون دین متین بودند و بدستگیری پدر عالی قدر آں چناں بہ کمالات ظاہری و باطنی رسیدند کہ از ہمہ مشائخ متاخرین گوئے سبقت بردند[2]"

ترجمہ۔ چاروں (صاحب زادے) دین متین کے ستون تھے اور اپنے پدر عالی قدر کے طفیل ایسے ظاہر و باطنی کمالات حاصل کئے کہ تمام متاخرین مشائخ پر سبقت لے گئے۔

ہر ایک کا مختصر حال حسب ذیل ہے۔

۱۔ خواجہ محمد سلیمؒ | خواجہ محمد سلیم آپ کے فرزند اکبر تھے۔ اور یار محمد لاہوری کی صاحب زادی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے[3] آپ جملہ انسانی کمالات سے متصف اور تمام امور میں اپنے والد ماجد کے نقش قدم پہ گامزن تھے

---

[1] لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں از محمد دین کلیم صہ ۱۳۱، ۱۳۲ [2] خزینۃ الاصفیا صہ ۶۵۲

[3] ظواہر السرائر (کوہاٹ) صہ ۱۸۵۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب چمکنی نے خواجہ موصوف کے حالات کے ضمن میں ان کی والدہ ماجدہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ خواجہ محمد سلیم فرزند کلاں آنحضرت است واز صلبیہ شریفہ مولانا یار محمد لاہوری است۔ دوسرے صاحبزادوں کے حالات بیان کرتے وقت اس امر کا اہتمام نہیں کیا گیا جس سے یہ بات مترشح ہوتی کہ حضرت سعدی نے ایک سے زیادہ عورتوں کو اپنے عقد نکاح میں لایا۔ واللہ اعلم

خدا نے آپ کو سینہ حفظ قرآن کے شرف عظیم سے مشرف فرمایا تھا۔ تلاوت کلام پر اتنی مداومت سے کام لیتے تھے کہ خواب و بیداری دونوں حالتوں میں بے اختیار کلام ربانی آپ کی زبان پر جاری رہتا تھا۔[1]

۲۔ **خواجہ عیسیٰؒ** | خواجہ محمد عیسیٰ حضرت سعدی کے نہایت محبوب اور چہیتے بیٹے تھے۔ بہادر شاہ سلطان معظم کا زمانہ پایا۔ آپ کے والد بزرگوار نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان کو قائم مقام بنا کر طالبانِ حق کی تربیت و ارشاد کے لئے مجاز و مرخص فرمایا تھا۔[2]

حضرت شیخ محمد یحییٰؒ | (حضرت جی اٹک) حضرت سعدی کی جانب سے ان کی مدد و معاونت پر مامور تھے اور ان کی بہت تعریف و ستائش فرماتے۔ ایک بار فرمایا۔

"خدمت خواجہ شیری است در بیشۂ توکل در رضا و بادشاہ است و امروز ہر جانی حضرت ایشان است و در ہر لحظہ از آں حضرت بہ کمالے سرفراز و بہ صفتے ممتاز می شوند[3]

ترجمہ۔ جناب خواجہ محمد عیسیٰ توکل رضا کے جنگل کے شیر ہیں۔ اور سلطنت طریقت کے بادشاہ۔ آج اپنے والد کے قائم مقام ہیں۔ اور ہر لحظہ آں حضرت (سعدی) سے کسی نہ کسی کمال اور کسی نہ کسی صفت میں سرفراز ہوتے رہے ہیں۔

حضرت میاں محمد عمر چمکنی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا اسر اعظم کے سامنے کہا کہ حضرت سعدی کے فرزند سوم خواجہ محمد یوسف کا چہرہ اپنے والد بزرگوار سے ملتا جلتا ہے۔

مولانا موصوف نے استبعاد کرتے ہوئے فرمایا۔

ہم چناں کہ تو گوئی نیست بلکہ چہرہ و روی حضرت خواجہ محمد عیسیٰ دام اللہ تعالیٰ بہ حضرت می نماید و در حضرت خواجہ ظہور ایشان است و خواجہ قائم مقام و بر جائے آں حضرت است و سر موی او پیروی و تبعیت آنحضرت دور نیست[4]

ترجمہ۔ جیسا کہ تو کہتا ہے ایسا نہیں بلکہ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ کا چہرہ آں حضرت جیسا ہے اور حضرت خواجہ میں انہی کا ظہور ہے اور حضرت خواجہ آنحضرت (سعدی) کا قائم مقام اور جانشین ہے اور بال برابر آنحضرت کی پیروی اور اتباع سے باہر نہیں ہیں۔

بہادر شاہ سلطان معظم نے خواجہ موصوف کی عزت افزائی کی خاطر ان کو بڑا منصب عطا فرمایا تھا مگر جب

---

[1] ظواہر السرائر (لاہور) ص ۵۱۳ [2] ایضاً (کوہاٹ) ص ۴۲۳ [3] ایضاً (لاہور) ص ۵۱۶ [4] ظواہر السرائر لاہور ص ۵۱۷

حضرت سعدیؒ کا انتقال ہوگیا تو اپنے منصب کو چھوڑ کر لاہور آ گئے اور مخلوق خدا کے ارشاد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت میاں صاحب چمکنی کے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے اور حضرت میاں صاحب کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک بار خواجہ محمد عیسیٰؒ اٹک تشریف لائے تھے میں ان کی خدمت میں بے حد التفات اور مہربانی فرمائی اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

"تمہاری کشش تھی کہ یہاں چند دن قیام کیا ورنہ دو تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تھا۔"[۱]

خواجہ محمد عیسیٰ کو علوم باطنی میں بہت بلند مقام حاصل تھا۔ مولانا عبدالغفور پشاوری کا بیان ہے کہ حضرت سعدی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

اہل اللہ نیز و حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از برائے خواجہ محمد عیسیٰ کمالات خلافت درخواست کردہ اند و آں درخواست بہ درجۂ عبادت رسیدہ است انشاء اللہ محمد عیسیٰ بہ درجہ کمال خواہد رسید[۲]

ترجمہ۔ اہل اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواجہ محمد عیسیٰ کے لئے کمالات خلافت کی درخواست کی ہے اور وہ درخواست منظور ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ محمد عیسیٰ درجہ کمال حاصل کر لیں گے۔

حضرت خواجہ عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند۔ خواجہ غلام محمد اور خواجہ محمد صادق عطا فرمائے تھے۔

۳۔ خواجہ محمد یوسفؒ | خواجہ محمد یوسف آپ کے تیسرے فرزند تھے اور بڑے عالم و فاضل اور باکمال صوفی تھے اپنے والد بزرگوار کے علاوہ حضرت سر اعظم محمد یحییٰ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ بڑے عابد و زاہد اور مرتاض بزرگ تھے شب بیداری۔ بھوک۔ نماز تہجد۔ ذکر وقوف قلبی اور ذکر وقوف عددی پر مواظبت کا بے حد اہتمام کرتے تھے[۳]

۴۔ خواجہ محمد عارفؒ | آپ حضرت سعدی کے فرزند اصغر تھے ان کے ساتھ بیحد پیار و محبت کرتے اور فرماتے تھے کہ

"عارف اسم بامسمی است عارف سلطان العارفین خواجہ شد۔ عارف نتیجہ آخر وقت ما ست و بے کمالات است و صاحب مناصب علیا خواہد شد"[۴] ترجمہ۔ عارف اسم بامسمی ہے اور عارف سلطان العارفین ہو جائے گا۔ عارف ہمارے آخری وقت کا نتیجہ ہے بہت سے کمالات کا حامل ہے اور بلند مناصب پر فائز ہو جائے گا۔"

۱ے ظواہر السرائر (لاہور) ص ۵۰۷ ۲ے ظواہر السرائر (لاہور) ص ۵۱۹۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں شیخ سعدی کے حالات کے ذیل میں آپ کے فرزند دوم کا نام "محمد غنی" بتایا ہے۔ بعد کے تذکرہ نگار ان کی تقلید میں یہی نام نقل کرتے رہے ہیں۔ حالاں کہ یہ کاتب کے سہو قلم کا نتیجہ ہے۔ ورنہ مصنف موصوف نے جس ماخذ کے حوالے سے یہ بیان دیا ہے اس کے دو دستیاب نسخوں میں فرزند دوم کا نام محمد عیسیٰ تحریر ہے۔ واللہ اعلم

۳ے ظواہر السرائر (لاہور) ص ۵۲۷ ۴ے ایضاً ص ۵۲۵۔ ۵۲۷